حضرت سکینہ بنت حسین

یعنی

حضرت سبط اکبر جناب امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت
سکینہ کی زندگی کے سچے اور صحیح حالات و واقعات

مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر مدظلہ العالی اڈیٹر دلگداز

جو ۱۸۹۶ء مین دلگداز کے مضمون پر کئی نمبرون مین شائع ہوئے
تھے اور اب بغیر کسی تصرف کے ایک رسالہ مین جمع کر دیے گئے ہین

باہتمام

حکیم محمد سراج الحق منیجر و پرنٹر و پبلشر

۱۹۲۴ء مین

دلگداز پریس لکھنؤ کٹرہ تن بیگجان مین چھپ کے شائع ہوا

طبع ثالث ۱۲۵۰ جلد

قیمت فی جلد ۶/



حضرت سبط اصغر سیدنا امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی ہین۔ جو رباب بنت امرء القیس کے بطن سے پیدا ہوئین آپکی والدہ ماجدہ رباب شریف اور صاحب جمال زنان عرب مین شمار کی جاتی تھین جناب سکینہ کے نانا امرء القیس سرزمین عرب کے ان نامور اور بہادر عیسائیون مین تھے جن کو اپنے حسب و نسب اور اپنے مذہب پر بہت بڑا ناز تھا۔

جب تمام جزیرہ نمائے عرب اسلام کے قبضے مین آگیا۔ اور عساکر خلافت مردان عرب کا خاتمہ کرکے ایران و روم کی فوجون کے مقابل مین صف آرا تھے۔ اور مختلف فتوحات نے قسمت روم کا حال بھی پیش بین اور عاقبت اندیش لوگون کو بتا دیا تھا اسوقت خود بخود امرء القیس کے دل مین نور اسلام کی شعاعین چمکین اور ارادہ کیا کہ اپنے قدیم مذہب عیسوی کو چھوڑ کے پیغمبر آخر الزمان صلعم کے سچے اور برگزیدہ دین مین داخل ہون۔

جس وقت اس پاک الہام نے ان کے دل پر حقیت اسلام کا نقش بٹھایا ہے اسوقت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت باسعادت تھی۔ اور درۂ عمری کا رعب سلاطین ارض کے دلون کو لرزا رہا تھا۔ اگرچہ اس ہیبت و رعب نے ان کے دل کو بھی کسی قدر پریشان کیا۔ مگر آخر عربی سادہ مزاجی نے رہبری کی اور خاندانی شجاعت نے دل مضبوط کیا۔ بے تکلف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مدینہ طیبہ کی راہ لی۔

جس وقت خلافت راشدہ کے اس پاک دار الخلافت مین پہونچے اور حضرت فاروق کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اسوقت حضرت عمرؓ کا سادہ دربار

گرم تھا۔ بہت سے لوگ اور معزز صحابہ بیٹھے ہوئے تھے جن مین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اُن کے دونون صاحبزادے یعنی جگر پارہائے سیدۃ النساء حسن و حسین علیہما السلام بھی رونق افروز تھے۔ امرء القیس تمام لوگون کے درمیان مین ہوتے ہوئے سیدھے جناب فاروق رض کے سامنے ہو پہنچے اور کہا "السلام علیک یا امیر المومنین" حضرت عمر رض نے پوچھا "کون!" کہا "امرء القیس بن عدی کلبی" اتنا سنتے ہی حاضرین مین سے ایک شخص بول اُٹھا "امیر المومنین آپ نہین پہچانتے؟ یہی وہ شہسوار ہے جس نے جاہلیت مین معرکۂ فلج کے دن قبیلۂ بکر پر تاخت کی تھی۔" حضرت عمر رض نے پہچاننے کے بعد پوچھا "اور یہان آئے کس غرض سے ہو؟" امرء القیس نے فوراً جواب دیا "ایمان لانے اور مسلمان ہونے کو۔" جناب فاروق رض نے اُسی وقت کلمہ پڑھوا کے مسلمان کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک نیزہ منگوا کے اُس پر ایک پھریرہ آویزان کیا۔ اور ان کے ہاتھ مین دے کے فرمایا "جاؤ مین نے تم کو شام مین مسلمانان قبیلۂ قضاعہ پر سردار مقرر کیا۔" امرء القیس اس شان سے پلٹے کہ سر پر علم اسلام لہرا رہا تھا اور ان کو اتنی جلدی اس شان اور رتبے پر دیکھ کر لوگون کو حیرت ہوگئی بعض لوگون کا بیان ہے کہ سوا امرء القیس کے اور کسی کو یہ عزت نہین حاصل ہوئی کہ ایمان لانے کے بعد قبل اسکے کہ ایک رکعت نماز بھی ادا کی ہو وہ مسلمانون کے ایک گروہ پر سردار مقرر کر دیا گیا ہو۔

امرء القیس پلٹ کے چلے تھے اور ہنوز جناب فاروق رض کی صحبت سے باہر نہین نکلے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰ رض اپنے دونون صاحبزادون حسن رض و حسین رض کو لیے ہوئے اُٹھے بڑھ کے اُس نومسلم شہسوار عرب کا دامن پکڑ لیا۔ اور کہا "یا عم مین علی ابن ابی طالب رسول اللہ صلعم کا چچا زاد بھائی اور داماد ہون۔ اور یہ میرے دونون بیٹے ہین۔ جو پیغمبر صلعم کی صاحبزادی کے بطن سے پیدا ہوئے ہین ہم تینون آرزومند ہین کہ ہمین اپنی دامادی مین قبول کیجیے۔" امرء القیس نے یہ درخواست سنتے ہی قبول کر لی اور کہا

"اے علیؓ میں اپنی بیٹی محیاۃ تمھارے عقد میں دیتا ہوں۔ اور اے حسنؓ اپنی بیٹی سلمٰی تمھارے عقد میں اور اے حسینؓ میری بیٹی رباب تمھارے لیے ہے" الغرض اسی صحبت میں یہ تینوں عقد ہوئے۔ اور جناب فاروقؓ ہی کے عہد بابرکت میں رباب کو خاندان نبوت کی بہو بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ رباب نے جناب امام حسینؑ کے ساتھ ایسے خلوص اور ایسی محبت کا اظہار کیا کہ ان کے حسن و جمال ان کی عفت و پاکدامنی اور ان کی محبت و اخلاص نے جناب امام حسینؓ کو آپ کا فریفتہ اور آپ کے اوپر انتہا سے زیادہ گرویدہ بنا دیا۔ پھر جب ان کے بطن مبارک سے جناب سکینہؓ پیدا ہوئیں تو سبط اصغر کو اپنی عاشق بی بی رباب اور پیاری بیٹی سکینہ کے ساتھ ایسی محبت و الفت تھی جو عرب کی سادی زندگی کے اعتبار سے لوگوں کو غیر معمولی نظر آتی تھی۔ آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ بڑے بھائی جناب امام حسنؓ نے آپ کو ایک مرتبہ الزام دیا اور عتاب آمیز کلمات استعمال کیے جن کو سن کے بجائے اس کے کہ حضرت امام حسینؓ اپنی طبیعت پر جبر کریں۔ اور اپنی محبت والی بی بی اور پیاری صاحبزادی کی محبت اپنے دل میں کم کریں آپ نے یہ تین شعر ارشاد فرمائے جو صاف ظاہر کرتے ہیں کہ رباب و سکینہ کی طرف سے دل کا پھیر لینا آپ کے اختیار سے باہر تھا۔

لعمرک اننی لاحب دارا ‌ ‌ ‌ ‌ تکون بہا سکینۃ والرباب

تیری جان کی قسم مجھے وہ گھر پسند ہے جس میں سکینہ اور رباب ہوں۔

احبھما وابذل کل مالی ‌ ‌ ‌ ‌ ولیس لعاتب عندی عتاب

دونوں سے مجھے محبت ہے اور ان پر اپنا مال صرف کرتا ہوں اور اگر اس پر کوئی مجھے الزام بھی دے تو میں پروا نہیں کرتا۔

ولست لھم وان عتبوا مطیعا ‌ ‌ ‌ ‌ حیاتی او تغیبنی التراب

تیسرا شعر صرف طبری میں ہے اور باقی اشعار دیگر کتب میں بھی موجود ہیں۔

سے کام لین تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ آپ کو نہایت اعلیٰ درجے کی تعلیم دلائی گئی تھی۔ اور وہ بھی صرف دینیات کے ساتھ مختص نہ تھی بلکہ لٹریچر اور ادب اور اخلاقی ضرورتون کے لحاظ سے بہت آزادانہ تعلیم تھی اس لیے کہ جس عہد مین آپ کا نام عرب کی باذاق سوسائٹیون مین چمکا ہے اُس وقت آپ خاندان نبوت کی ایک واجب التعظیم اور شائستہ خاتون ہی نہین نظر آتی ہین۔ بلکہ بذلہ سنج لطیفہ گو اور فیشن کی موجد اور لیڈر ہونے کے علاوہ بہت بڑی اور اس پائے کی شاعرہ بھی ثابت ہوتی ہین کہ وہ مشہور شعرائے عرب جن کا مثل آج تک عربی نظم کو نہین نصیب ہوا اپنی باہمی لٹریری نزاعون کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے۔ اور اپنے کلام کو آپ کے سامنے پیش کرتے تھے۔

جناب امام حسینؓ ابھی زندہ تھے کہ دونون صاحبزادیان فاطمہ اور سکینہ سنِ بلوغ کو پہونچ چکی تھین جناب سبط اکبر کے صاحبزادے حسن مثنیٰ ایک دن عم بزرگوار کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ اور خواہش ظاہر کی کہ مجھے اپنی دامادی مین قبول فرمائیے۔ جناب سید الشہدا نے سنتے ہی فرمایا "مین تمھاری جانب سے اِس درخواست کا منتظر ہی تھا" فوراً بھتیجے کا ہاتھ پکڑ کے گھر مین لے گئے۔ اور اپنی دونون بیٹیون فاطمہ و سکینہ کو لاکے سامنے کھڑا کر دیا۔ اور فرمایا "ان مین سے جس کے ساتھ کہو تمھارا عقد کر دیا جائے" حسن مثنیٰ نے جناب فاطمہ کو پسند کیا۔ اور بعض لوگون کا بیان ہے کہ چچا کی اس شرعی اور اسلامی سادگی پر سعادتمند بھتیجے نے شرما کے سر جھکا لیا جس پر خوش ہو کے خود جناب سید الشہدا نے فرمایا "تم کچھ نہین کہتے تو اچھا مین تمھارے لیے اپنی بیٹی فاطمہ کو منتخب کرتا ہون۔ اس لیے کہ یہ دونون بہنون مین اپنی دادی سیدۃ النساء سے بہت زیادہ مشابہ ہین" یہ نکاح خواہ حسن مثنیٰ کے انتخاب سے ہوا ہو یا جناب امام حسین علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق۔ مگر اس مین شک نہین کہ عام لوگون مین حیرت کی نگاہ سے

دکھا گیا۔ اس لیے کہ جناب سکینہ کے حسن جمال کا اس قدر شہرہ تھا کہ لوگ بہ مشکل یقین کر سکتے تھے کہ کسی دوسری لڑکی کو آپ پر حسن و جمال میں ترجیح دی جا سکے گی۔

مگر اس کے چند ہی روز بعد جناب امام حسن علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے عبداللہ کے ساتھ جن کی کنیت ابوبکر تھی جناب سکینہ کا عقد ہو گیا۔ لیکن افسوس کہ ہنوز اس مبارک عقد کا کوئی نتیجہ نہیں ظاہر ہوا تھا۔ اور کوئی اولاد نہیں ہونے پائی تھی کہ واقعۂ کربلا پیش آیا۔ اور جناب سکینہ کو مظلوم باپ کے ساتھ اپنے پیارے شوہر کی لاش بھی خاک

ع۵ مرثیہ گویوں اور دیگر ذاکرین مصائب سید الشہداء علیہ السلام نے عموماً لوگوں کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ واقعۂ کربلا کے وقت جناب سکینہ بالکل بھولی اور ناسمجھ بچہ تھیں۔ مگر ذرا بھی تحقیق سے کام لیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امر بالکل بے بنیاد ہے بچہ ہونا درکنار آپ جس وقت کربلا تشریف لے گئی ہیں بالغ ہی نہیں بلکہ بیاہی ہوئی تھیں۔ عبداللہ بن حسن جن کی کنیت ابوبکر تھی آپ کے شوہر تھے۔ اور اپنے چچا اور خسر کے ساتھ اہل کوفہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

ع۶ آپ کی اس شادی کا حال اغانی کی روایت سے پوری طرح ثابت ہے اور ابوبکر عبداللہ بن حسن کا میدان کربلا میں شہید ہونا تمام کتب تواریخ میں موجود ہے۔ اس بارے میں صاحب ناسخ التواریخ سے ایک ایسی موٹی غلطی ہو گئی ہے جو صرف یہی نہیں کہ شان مورخ سے بعید ہے بلکہ یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ ناسخ التواریخ کی تالیف میں کس قدر بے احتیاطی سے کام لیا گیا ہے۔ جناب سکینہ کے حالات میں تو لکھ دیا ہے کہ آپ کے پہلے شوہر مصعب بن زبیر ہیں اور جب آپ کے عقد میں گئی ہیں اس وقت دوشیزہ تھیں۔ اور امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ "پسر نہم امام حسن علیہ السلام عبداللہ بن حسن است ابوالغنائم بن صوفی کہ از علمائے نسابہ است می گوید کہ عبداللہ مکنی بہ ابوبکر بود و در یوم طف (کربلا) بہ دست مردے از بنی عدی شہید شد۔ و حسین علیہ السلام دختر خویش سکینہ را از برائے او تزویج کرد"

نینوا یہ چھوڑ کے شام اور یزید بن معاویہ کے سامنے جانا پڑا۔اس موقع پر یہ جگر خراش سین دیکھ کے مسلمان جس قدر بیتاب ہون زیبا ہے کہ سید الشہدا کا سر یزید کے سامنے رکھا ہی۔ وہ لکڑی سے آپ کے دندان مبارک کو کُرید رہا ہی خاتونان خاندان نبوت سامنے بلائی گئی ہین جن مین سب کے آگے سکینہ و فاطمہ نے گردنین لمبی کر کر کے اپنے والد مرحوم کا سر اس حال مین دیکھا ہی اور ایک چیخ ماری ہے لیکن یزید کو بھی اب اپنی شرمناک غلطی پر تنبہ ہوا ہی۔ اور اُس نے معذرت خواہی کے الفاظ مین کہا کہ ”اگر مین معرکۂ کربلا مین ہوتا تو یہ نتیجہ نہ ظاہر ہونے پاتا۔ آخرین اُن مظلوم بی بیون کی کسی قدر دل دہی کی شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ جناب سکینہ مدینے مین واپس تشریف لانے کے بعد کبھی کبھی فرمایا کرتی تھین کہ ”مین نے یزید سے اچھا کوئی کافر نہین دیکھا“ آپ کا یہ جملہ بھی صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا مذاق سخن کتنا بڑھا ہوا تھا۔ اس جملے مین آپ نے یزید کو سب سے بدتر شخص ظاہر کرنیکے ساتھ جس خوبصورتی سے اچھا کہا ہی۔ ایسی جادو بیانی صرف جناب رسول خدا صلعم کے اس معجزنما قول سے ظاہر ہوئی تھی کہ اِنّ البغض الحلال عند اللہ الطلاق جس مین ایک ہی جملے مین آنحضرت نے طلاق کے جواز کے ساتھ اُس کی اشد ترین بُرائیان بھی ظاہر فرمادی تھین۔

جناب سکینہ اگرچہ بہت بڑی بذلہ سنج تھین اور اپنے مذاق صحبت مین ہمیشہ ہر دل عزیز بننے کی کوشش فرماتی تھین۔ اور ہر شخص کے ساتھ نہایت ہی اخلاق سے پیش آتی تھین۔ مگر اُس کے ساتھ ہی نسبی فخر کا ناز اور خودداری کا خیال اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ممکن نہ تھا کہ کسی صحبت مین کسی سے دب جائین جناب سید الشہدا علیہ السلام کی زندگی ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ مدینے کی کسی صحبت تعزیت مین شریک تھین۔ جہان جناب عثمان رض ذوالنورین کی ایک صاحبزادی بھی موجود تھین اثنائے صحبت مین ذوالنورین رض کی بیٹی نے فخر و مباہات کے لہجے مین کہا ”مین شہید کی بیٹی ہون“ اگرچہ

بعد چند روز کے زمانے نے ثابت کر دیا کہ شہادت کے معاملے میں جناب سکینہ کے والد کو جو مرتبہ حاصل ہوا وہ بھی کسی سے کم نہ تھا۔ مگر اُس وقت آپ اس امر کے ثابت کرنے کے لیے تیار نہ تھیں خاموش ہو رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب قریب کی مسجد سے اذان کی آواز آئی آپ سنبھل بیٹھیں اور جیسے ہی موذن نے کہا "اشھد ان محمد الرسول اللہ"، فوراً آپ نے حضرت عثمان کی بیٹی سے دریافت کیا "بھلا بتاؤ تو سہی یہ میرے دادا کا نام ہے یا تمھارے دادا کا؟" اس سوال پر شرما کے ذوالنورین کی بیٹی نے کہا "اب میں کبھی تمھارے سامنے کوئی فخر کا کلمہ زبان سے نہ نکالوں گی"

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نواسی عائشہ بنت طلحہ (جو اُس عہد کی نہایت ہی مشہور اور فیشن ایبل لیڈی تھیں۔ اور ذہن و ذکا طباعی و بذلہ سنجی اور نیز حسن و جمال میں جناب سکینہ کی پوری رقیب خیال کیجاتی تھیں اور آخر میں مصعب بن زبیر کے عقد نکاح میں آنے کے بعد جناب سکینہ کی سوت بھی ہو گئی تھیں) ایک مرتبہ حج کے لیے گئیں۔ اور اس ٹھاٹھ سے کہ بار برداری کے واسطے ساٹھ خچر ہمراہ رکاب تھے۔ اتفاقاً اسی سال جناب سکینہ بھی حج کو گئی ہوئی تھیں جس وقت مکہ معظمہ کے قریب ان دونوں شہزادیوں کی محملوں کو اونٹ قریب ہی قریب لیے جاتے تھے جناب عائشہ کے شتربان نے اُتم کے حدی خوانی شروع کی اور یہ شعر گایا۔

عائشُ یا ذات البغال الستین لازلتِ ما عشتِ کذا تحجین

عائشہ! اے وہ خاتون جن کی سواری میں ساٹھ خچر ہیں۔ آپ جب تک زندہ رہیں اسی شان سے حج کیا کریں۔

اس شعر نے جناب سکینہ کے دل کو ایک صدمہ پہنچایا جس کے ساتھ ہی آپ کا شتربان اُتمر بڑا اور اس نے بھی حدی کا نغمہ اس شعر میں بلند کیا۔

عائشۃ ہذہ ضرۃ تشکوک لولا ابوہا ما اہتدی ابوک

عائشہ! دیکھو یہ تمھاری سوت ہین۔ اور تمھاری شاکی ہین۔ اگر اُن کے باپ (حضرت رسالت صلعم) نہ ہوتے تو تمھارے باپ (یعنی نانا جن سے مراد ابوبکر صدیق ہین) ہدایت نہ پاتے۔

اس شعر کے سنتے ہی جناب عائشہ نے اپنے حُدی خوان کو خاموش ہو جانے کا حکم دیا۔

یہ تو صرف معمولی واقعات تھے جناب سکینہ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ آپ آخر تک اپنے اِس فخر و وقار کو بڑی مستقل مزاجی اور جرأت سے ثابت کرتی رہین۔ شہادت سید الشہدا اور عبداللہ بن زبیر کی قوت فرو ہو جانے کے بعد جب بنی امیہ کا دور دورہ تھا۔ اور قریب قریب دنیاے اسلام کی تمام مسجدون کے ممبرون پر جناب علی مرتضیٰ کی شان مین سخت اور ناپاک کلمات استعمال کیے جاتے تھے۔ جناب سکینہ کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو اپنی لونڈیون کو ہمراہ لے کے مسجد تشریف لیجاتی تھین۔ اور جہان والی مدینہ خالد بن عبدالملک الملقب بابن مطیر منبر پر چڑھتا آپ نہایت ہی دلیری و مستقل مزاجی کے ساتھ اُسکے روبرو کھڑی ہو جاتین اُدھر وہ علی مرتضیٰ کی شان مین گستاخیان شروع کرتا اِدھر آپ اپنی لونڈیون سمیت اُسے گالیان دینا اور سخت و سست کہنا شروع کرتین۔

بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہو جایا کرتا تھا۔ کہ ابن مطیر برہم ہو کے اپنے پاسبانون اور غلامون کو حکم دیتا کہ آپ کی لونڈیون کو مارین۔

مذکورۂ بالا واقعہ صاف بتا رہا ہے کہ قطع نظر خاندانی غیرت اور نسبی حمیت کے آپ ضرورت کے اوقات مین اُس اعلیٰ شجاعت و جوانمردی سے بھی کام لے سکتی تھین جو ایک حد تک ہر عربی نژاد خاتون کی رگ و پے مین موجود ہوتی آئی تھی۔ آپ کے دل کی مضبوطی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے رخسار پر عین آنکھ کے نیچے ایک بڑا مسّا نکل آیا۔ جو روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اور آخر اُس کا گوشت بڑھ کے آنکھ کے نیچے تک پھیل گیا۔ چونکہ آپ کو اپنے حسن و

جمال پر ناز تھا۔ اور بجا تھا۔ لہذا چہرے کی رعنائی و زیبائی مین فرق آجانے کے خیال سے ہر وقت آپ کے دل پر ایک صدمہ رہنے لگا۔ خادمون کا وہ کثیر التعداد گروہ جو آپ کے خوان کرم سے پرورش پا رہا تھا اُس مین ایک جراح بھی تھا جو اپنے فن مین اُس زمانے کے اعتبار سے بہت اچھی مشق رکھتا تھا۔ ایک دن آپ نے اُسے اپنے سامنے بلا کے ارشاد فرمایا "تم نہین دیکھتے کہ اس مسّے کی وجہ سے میری کیا حالت ہو رہی ہے؟ اِسکی کوئی تدبیر کرنی چاہیے" اُس نے دست بستہ عرض کیا "یا بنت رسول اللہ مین علاج کرنے کو تو حاضر ہون۔ مگر ڈرتا ہون کہ آپ کو بڑی تکلیف ہوگی اس مسّے کے لیے جیسے عمل جراحی کی ضرورت ہے اُس کو برداشت کرنا نہایت دشوار ہے" آپ نے فرمایا "نہین تم اس کا خیال نہ کرو۔ مین اچھی طرح برداشت کر لون گی" الغرض اُس نے آپ کو لٹایا اور چہرے کی کھال بہت دور تک کاٹ ڈالی پھر اُس کے نیچے سے کاٹ کاٹ کے تمام بد گوشت نکال لیا۔ یہان تک کہ گوشت کے نیچے کی رگین صاف نظر آنے لگین لیکن اتنا ہی عمل جراحی کافی نہ تھا اس لیے کہ مسّے کا کسی قدر حصہ آنکھ کے نیچے تک پھیلا ہوا تھا تب اُس نے ایک طرف سے کاٹ کے آنکھ کا ڈھیلا اوپر اُبھارا۔ اور اُس کے نیچے سے جتنا بد گوشت تھا سب کاٹ کے پھر آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اور پٹی باندھ دی۔ اتنا بڑا عمل جراحی ہوا مگر آپ اُسی طرح خاموش لیٹی رہین۔ اُف نہ کرنا درکنا پیشانی پر شکن تک نہین آئی۔

یہ ضبط و استقلال اگرچہ بجائے خود لوگون کو حیرت مین ڈال دیتا ہے مگر اُس دل کے لیے پھر بھی کم ہے جس پر ایسے ایسے صدمے گزرے ہون جیسے کہ جناب سکینہ کے دل پر گزر چکے تھے۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ دادا کا کام رمضان مین ابن ملجم کے کاری اور زہر دلانہ وار نے تمام کیا۔ اہل شام کی سازش سے چچا نے خاص اپنی بی بی کے ہاتھ سے جام فنا پیا پدر بزرگوار بیٹون بھتیجون اور

قریب قریب تمام رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ بھوکے پیاسے میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ اور اسی میدان پر آپ نے اپنے عاشق ابن عم اور شوہر عبداللہ ابوبکر کی لاش کے ساتھ اپنے سگے اور نامہ جائے بھائی عبداللہ بن حسین کی لاش کو بھی پھڑکتے دیکھا۔ جن واقعات کا سین زندگی بھر ہر موقع پر آپ کے پیش نظر رہا ہوگا لیکن مصائب کا اب بھی خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ اس لیے کہ آپ کے دوسرے شوہر مصعب بن زبیر جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بے انتہا محبت تھی اہل شام کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ دادا۔ چچا۔ بھائی۔ اور شوہروں کے اس مظلومی سے مارے جانے کے بعد صرف ماں رہ گئی تھیں اُن کا جو حال ہوا وہ بھی بیان ہو چکا کہ جب تک زندہ رہیں کبھی آرام سے نہیں بیٹھیں! ور اپنے شوہر اور بیٹے کی یاد میں کڑھ کڑھ کے چند روز بعد عازم راہ فنا ہوئیں جس دل پر ایسے ایسے صدمات گزر گئے ہوں اُس کے لیے یہ کون بڑی بات ہے کہ ایک سخت عمل جراحی کا متحمل ہو جائے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آپ نے اپنا دل محض اپنی زندہ دلی کی وجہ سے مختلف امور میں بہلائے رکھا مگر مذکورہ بالا واقعات کی یاد ہر وقت آپ کے دل پر نقش رہتی تھی۔

کسی موقع پر بعض اہل کوفہ تحیۂ سلام ادا کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کو سامنے بلا کے ارشاد فرمایا "اے اہل کوفہ خدا علیم و دانا ہے کہ میرا دل تمھاری طرف سے صاف نہیں ہے۔ تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے میرے شوہر مصعب کی جان لی۔ اور جب یہ حال ہے تو پھر مجھ سے ملنے کیوں آئے ہو؟"

بہر حال آپ کے دل پر اکثر یہ صدمات قبضہ کیے رہتے تھے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے ان دنیاوی مصائب کو ہیچ اور ناچیز خیال کیا اور اُس عالم جاودان کے اجر جمیل پر بھروسہ کر کے ہمیشہ اپنی

زندگی ایک بڑے لطف و اطمینان سے بسر کرتی رہین۔ صرف اسی قدر نہین کہ آپ صبر کیے خاموش بیٹھی رہین۔ نہین آپ نے اُس دنیادی لطف کو بھی نہین چھوڑا جو مذہب اسلام نے حلال کیا ہے۔

اس موقع پہ مجھے مختصراً ایک اصول اسلامی کے بیان کر دینے کی ضرورت ہے۔ جس کے متعلق امتداد زمانہ سے اور نیز اسلام مین مختلف خیالات اور خصوصاً اصول تصوف کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے غلط فہمیان پیدا ہوگئی ہین اصل یہ ہے کہ جس طرح قدیم فلسفہ صرف خیالات تک محدود رہتا تھا۔ ہمیشہ دماغون مین چکر کھایا کرتا تھا۔ اور اس کے مسائل کو کچھ نہ کچھ تعلق افلاطون کے الہیات اور ذہنیات سے ضرور رہا کرتا تھا۔ لیکن موجودہ فلسفہ نے دنیا مین پیدا ہو کے اُن قدیم خیالات کو اُڑا دیا۔ اور ایسے مسائل پیش کیے جو دنیا کے پیدا ہونے کی ضرورت اور دنیاوی چیزون کے مفید اور بکارآمد ہونے سے بحث کرتے ہین۔ اسی طرح تمام قدیم مذاہب کا پہلا اصول یہ تھا کہ دنیا چھوڑنے کے لیے ہے۔ نہایت ناپاک چیز ہے۔ انسان جس قدر اُس سے علیحدہ رہے۔ اچھا اور جتنا اُس سے تعلق رکھے اُسی قدر بُرا ہے۔ لہذا اسے چھوڑو اور جوگ اختیار کر کے کسی ایسے مقام پر جا بیٹھو جہان تک دنیاداروں کی زہریلی ہوا بھی نہ پہونچ سکتی ہو۔ اسلام نے دنیا مین آ کے اس اصول کو بالکل بدل دیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ دنیا کو خدا نے بیکار نہین پیدا کیا ہے۔ اُسے جہان تک ہو سکے برتو۔ خدا نے جو نعمتین پیدا کی ہین اُن سے لطف اُٹھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔ دنیا کا چھوڑ دینا عقلاً کمزوری اور مذہباً خدا کی ناشکری ہے۔ یا آج کل فلسفیانہ زبان مین یون کہا جائے کہ تخلیق عالم سے جو اللہ جلشانہ کا منشا ہے اُس کے خلاف جانا ہے جس وقت تک صحابہ کا زمانہ تھا اور سیدھی سادی شریعت اسلامیہ اُسی ڈھرے پر چلی جا رہی تھی جس پر

کہ اللہ جل شانہ نے اُس کو چلایا تھا وہ قدیم اور اصلی اصول ہر شخص کے ذہن نشین تھے۔ اور کوئی نہ تھا جو خدا کی پیدا کی ہوئی لذتوں سے جائز اور معتدل طریقے سے لطف نہ اُٹھاتا ہو۔ لیکن جب اسلام کی زبان مین فلسفۂ یونان کی کتابین ترجمہ ہوئین۔ اور افلاطون و ارسطو کے خیالات اسلامی طلبہ کے دماغون مین آئے تو مسلمانون مین بھی بہت سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کے خیالات اسلام کی ضروری تعلیمون کا منشا نہ سمجھ سکے۔ اور اُن کے عقائد مین بھی اُسی قسم کی باتین جم گئین جن کو قدیم اصول جوگ اور ترک دنیا سے تعلق تھا۔

اب اس خیال کے ظاہر کرنے کے بعد ہم کہتے ہین کہ جناب سکینہ اُس مبارک اور سادگی کے عہد مین تھین جبکہ اسلام کی تعلیمین بے غل و غش تھین۔ آپ کو کوئی وجہ نہ تھی کہ اُن دُنیاوی لذتون اور راحتون کو چھوڑ دیتین جن کو اسلام نے حلال کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے ہم پاتے ہین کہ آپ بڑی بذلہ سنج اور لطیفہ گو تھین شرفاے عرب کی عورتون کی سوسائٹی مین آپ جب تک نہ ہوتین مزہ نہ آتا تھا۔ آپ کے بہت سے لطیفے کتب تواریخ مین بیان کیے گئے ہین جن مین سے اکثر ایسے ہین جن کو زیادہ تر تعلق عربی زبان سے ہے اور اُن کے ترجمے مین مزہ نہین آسکتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کا ایک خادم کوتوال شہر مدینہ کے پاس گیا۔ اور آپ کی طرف سے یہ شکایت پیش کی کہ ہمارے یہان ایک شامی (یہ یاد رہے کہ اُن دنون چونکہ اہل شام پر جناب معاویہ کا زیادہ اثر تھا لہذا شامی لوگ عمومًا دشمن اہل بیت تھے۔ اور جو نہ تھے وہ بھی ایسے ہی سمجھے جاتے تھے) آگیا ہے کوئی کوتوالی کا جوان بھیجو کہ اُس سے پیچھا چھوٹے۔ یہ سنتے ہی کوتوال ادب کے لحاظ سے کچھ لوگ ہمراہ لے کے خود

آپ کے دروازے پر حاضر ہوا۔ وہ دروازے پر کھڑا اجازت باریابی کا منتظر تھا کہ ناگہاں دروازہ کھلا اور ایک مچھر اندر سے اُڑ کے اُس کے سامنے سے ہوتا ہوا چلا گیا۔ جس کے ساتھ ہی آپ نے دروازے میں سے فرمایا "یہی شامی تھا جس نے ہمیں ستا رکھا تھا" کوتوال اور اُس کے ہمراہی اس لطیفے پر بے انتہا ہنسے اور ہنستے ہوئے واپس گئے۔

الغرض آپ جیسی پاکدامن پارسا اور نیک بی بی تھیں ویسی ہی زندہ دل اور بذلہ سنج بھی تھیں معززین قریش آپ کی صحبت کو اپنا فخر سمجھتے تھے اور مشہور شعرائے عرب آپ کی محفل میں جمع ہوتے تھے۔ خود بھی ایسی طبع رسا رکھتی تھیں کہ اپنے عہد کی سب سے بڑی شاعرہ تسلیم کی گئی ہیں۔ قطع نظر اس کے عرب کے فیشن اور وضع پر آپ کا سب سے زیادہ اثر پڑتا تھا۔ آپ ایسا خوبصورت اور بانکا جوڑا باندھتی تھیں جس سے اچھا جوڑا باندھنا کسی خاتون عرب کو نہ آتا تھا۔ آپ کی اختراع کے بعد اُس جوڑے کا عرب میں یہاں تک رواج ہوا کہ "طرۂ سکینہ" جوڑا عورتیں تو عورتیں بعض من چلے اور نوجوان مرد بھی باندھنے لگے تھے۔ اور یکایک اس کا رواج یہاں تک بڑھنے لگا کہ عمر بن عبدالعزیز کو جو تمام خلفائے اسلام میں ملاؤں اور خشک مزاج زاہدوں کی شان رکھتا تھا اس کے روکنے کے لیے اپنی شاہی قوت سے کام لینا پڑا۔ وہ ہاتھ میں دُرّہ لیے پھرتا۔ اور جس مرد کے سر پر جمۂ سکینہ دیکھتا دُرّے لگاتا۔ اور کبھی کبھی سر منڈوا دیتا۔ قطع نظر اس بانکپن اور وضع داری کے حسن و جمال میں بھی آپ اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں سوا عائشہ بنت طلحہ کے تمام زنان قریش میں بلکہ سارے عرب کی خاتونوں میں کوئی ایسی عورت نہ تھی جو دلربائی و رعنائی میں آپ

مقابلہ کر سکتی ہو۔ خود عائشہ بنت طلحہ مین اور آپ مین ایکمرتبہ اس امر پر بحث ہوئی کہ کون زیادہ حسین وخوبرو ہے۔ یہ دونون خاتونین اپنے حسن وجمال کے سامنے تمام عورتون کو ہیچ سمجھتی تھین۔ آخر دونون نے عمرو بن ربیعہ کو حکم قرار دیا۔ جس نے فیصلہ کیا کہ عائشہ زیادہ جمیل ہین۔ اور جناب سکینہ زیادہ ملیح۔ اس فیصلے کو خود جناب سکینہ نے بہت پسند فرمایا۔ اور کہا حقیقت مین تم نے ٹھیک فیصلہ کیا۔ اور بے شک اس فیصلے پہ آپ جس قدر ناز کرتین زیبا تھا۔ اس لیے کہ خود آپ کے دادا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس نوعیت کے حسن پہ ناز تھا چنانچہ فرمایا ہے کہ "انا ملیحٌ واخی یوسف جمیل" یعنی (میرے حسن مین نمک ہے اور بھائی یوسف علیہ السلام کا حسن صبیح تھا)

یہی امور تھے جن کی وجہ سے عرب کے ہر شریف سے شریف شخص اور دولتمند سے دولتمند رئیس کو یہی تمنا تھی کہ آپ کو اپنے عقد نکاح مین لائے۔ تھوڑے ہی تھے جن کو یہ عزت حاصل ہوئی۔ ورنہ عموماً لوگ اسی حسرت مین رہے مین اس موقع پر اپنے مغرور اور مدعی شرافت ہم وطنون سے یہ کہنے کی اجازت مانگتا ہون کہ اُن دنون اور اسلام کے اُس سادے اور اصلی دور مین بیوہ کا نکاح کلنگ کا ٹیکا نہ تھا۔ چنانچہ خود جناب سکینہ کے متعدد نکاح ہوئے۔

آپ کا پہلا عقد تو جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہین اپنے نوجوان ابن عم عبداللہ بن حسن سے ہوا۔ جو چچا یا خسر کے ساتھ میدان کربلا مین شہید ہوئے۔ اس کے بعد آپ کے بھائی جناب علی بن حسین یعنی امام زین العابدین علیہ السلام نے آپ کو ایک لاکھ درہم کے مہر پر زبیر بن عوام کے بیٹے مصعب کے عقد مین دیا۔ اور مصعب اس خوش قسمتی پہ اس درجہ مسرور ہوئے تھے کہ

چالیس ہزار دینار لا کے جناب امام سجاد کے نذر کیے مصعب کو آپ سے بڑا تھا محبت تھی! اس زمانے مین عبداللہ بن زبیر نے خاص مکہ معظمہ مین علم خلافت بلند کیا تھا اور قریب تھا کہ بنی امیہ کی قوت ٹوٹ جائے۔ عبداللہ بن زبیر کے دوسرے بھائی عروۃ بن زبیر بالکل مذہبی آدمی تھے اُن کو حکمرانی اور فوج کشی کے معاملات مین نہ دلچسپی تھی اور نہ ایسے کامون کا چندان سلیقہ تھا۔ لہذا اُنھون نے مصعب بن زبیر کو اپنی طرف سے بصرہ کا والی مقرر کیا تھا۔ جہان مصعب نکاح کر کے جناب سکینہ کو بھی لے گئے۔ جب عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر ہوئی تو اُنھون نے تہدید کے طریقے سے لکھ بھیجا کہ فوج کے لوگ بھوکون مر رہے ہین اور تم ایک لاکھ دینار مہر مین دیتے ہو! مصعب نے اس کا خیال بھی نہ کیا لیکن آخر کو جب عبدالملک بن مروان کیطرف سے اُسکا بھائی زبردست فوجین لے کے آپہونچا۔ اور عبداللہ بن زبیر نے مصعب کو اپنی طرف سے سپہ سالار مقرر کر کے روانگی کا حکم دیا تو مصعب نے چار و ناچار ناز آفرین بی بی کو رخصت کیا۔ اور فوج لے کے آگے روانہ ہوئے۔ تاریخ عرب مین یہ لڑائی بھی نہایت اہم اور سخت گزری ہے۔ اور منجملہ اُن عظیم الشان قسمت پلٹ دینے والی لڑائیون کے شمار کی جاتی ہے۔ جنھون نے بڑی بڑی شاہنشاہیون کا فیصلہ فائنا کر دیا ہے۔ مصعب بڑے نبرد آزما اور مشہور مرد میدان تھے تین دن تک اس جرأت و شجاعت سے لڑے کہ زوال کی جھلک بنی امیہ کیطرف نظر آ جاتی تھی۔ مگر چوتھے دن میدان جنگ مین لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اور ابن زبیر کی فوجون کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے ساتھ ہی عبداللہ بن زبیر کا زوال شروع ہو گیا۔ اور چند ہی روز بعد وہ خود بھی مکہ معظمہ مین گھر کے حرم محترم کی حدود کے اندر شہید ہوئے۔

جناب سکینہ کو اپنے جان نثار شوہر کے مارے جانے کا نہایت ہی

صدمہ ہوا۔ اور دل پر ایسی چوٹ لگی کہ مدتون دل ہی دل مین آہ کرتی رہین۔
مصعب کی آپ کے بطن سے ایک صاجزادی پیدا ہوئی جس کا نام آپ نے خود اپنی
مان کی یادگار مین رُباب رکھا۔ یہ لڑکی نہایت ہی خوبصورت تھی چنانچہ اکثر عبداللہ
ابن سلام صحابی کی بیٹی سعیدہ سکے اور بہنی کے درمیان مین جناب سکینہ کی زیارت
سے شرفیاب ہوئین تو آپ کی گود مین آپ کی ننھی بچی رُباب بھی تھی جناب سکینہ نے
سعیدہ کو گود کھول کے اپنی صاجزادی دکھائی جو گہنے اور موتیون سے لدی ہوئی
تھی اور فرمایا "مین نے یہ زیور اس لیے نہین پہنایا ہے کہ میری بچی کی رونق دوبالا ہو بلکہ
اس لیے کہ اسکے حسن و جمال کے سامنے زیور کو ذلیل و ہیچ ثابت کرون" مصعب کے مارے
جانے کے بعد عروہ بن زبیر اس لڑکی کے کفیل ہوئے جنھون نے نابالغی ہی مین اُس کا
عقد اپنے بیٹے عثمان کے ساتھ کر دیا۔ مگر اتفاقاً رُباب نے بچپن ہی مین اپنی مان کے
دل کو ایک نیا داغ دیا۔ اور دنیا سے رخصت ہو گئی جس کے ترکے مین عثمان
ابن عروہ کو دس ہزار دینار ملے۔

مصعب کے بعد بنی اُمیہ مین سے عبداللہ بن مروان نے جناب سکینہ
کے لیے پیام دیا۔ مگر ابھی تک آپ کی والدہ رُباب زندہ تھین جنھون نے اس پیام کا
حال سنتے ہی بگڑ کے کہا، "خدا کی قسم مین اپنی بیٹی اُس شخص کو ہرگز نہ دون گی
جس نے میرے بھتیجے (یعنی مصعب بن زبیر) کو قتل کیا ہے"
مصعب کے مارے جانے کے بعد عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے ابراہیم
نے بھی پیام دیا مگر آپ نے جواب مین کہلا بھیجا "تمھاری حماقت اب اس حد کو پہونچ گئی
کہ سکینہ بنت حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کو عقد نکاح مین لینے کا حوصلہ
کرتے ہو" ابراہیم جواب سُن کر بظاہر تو خاموش ہو رہے۔ مگر اب بجائے اُس
کے اندرونی سازش سے مطلب برآری کی کوشش شروع کی اور جناب

سکینہ کی خاص لونڈی بنانہ کو جسے آپ کے مزاج مین بہت درخور تھا گانٹھ لیا بنانہ غالباً کئی مرتبہ کہہ کے اور انکاری جواب پا کے عاجز آ چکی تھی کہ ایک دن اُس نے اِس زور سے ٹھنڈی سانس لی کہ معلوم ہوا گویا انجارات اندرونی سینہ توڑ کے نکل جائین گے۔ جناب سکینہ نے حیرت سے پوچھا، "بنانہ! کیون؟" لونڈی نے عرض کیا، "بنت رسول اللہ (صلعم) مدت سے گھر مین کسی قسم کی دھوم دھام اور چہل پہل نہین دیکھی۔" آپ اُس کا مطلب سمجھ گئین فوراً ایک غلام کو بلا کے ابراہیم کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا: میری راے بدل گئی۔ اب اُس بارے مین مجھے کوئی عذر نہین ہے جس سے پہلے مین نے انکار کیا تھا۔ رسول اللہ صلعم کے تمام ننہالی رشتہ دارون کو جمع کر کے لاؤ۔ ابراہیم یہ خبر سنتے ہی مارے خوشی کے جامے سے باہر ہو گئے۔ اور قبیلۂ بنی زہرہ کے ستر اسّی آدمی جمع کر کے علیؓ بن حسین اور حسنؓ بن حسن کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ لوگ سکینہ کے رخصت کرنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ جب قریش اور بنی فاطمہ کو یہ خبر پہونچی تو نہایت برہم ہوئے اور برہم ہو کے آپس مین کہا، "اس لڑکی کی اب یہ حالت ہو گئی کہ ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف سے نکاح کرتی ہے!" الغرض تمام بنی ہاشم جمع ہوئے۔ اور سب نے باہم قرارداد کر لی کہ ہر شخص ہاتھ مین ایک لکڑی ضرور لیتا جاے۔ شادی کا دن آگیا، اور دونون طرف سے بنی زہرہ و بنی ہاشم آ کے گھر پر جمع ہوئے۔ سب مراتب پورے ہو چکے اور صرف ایک نکاح خوانی رہ گئی تھی کہ یکایک بنی زہرہ و بنی ہاشم مین لکڑی چلنے لگی اور ایسا سخت ہنگامہ ہوا کہ تھوڑی ہی دیر مین ایک سو سے زیادہ آدمیون کے سر پھٹ گئے۔ لڑنے بھڑنے کے بعد بنی ہاشم نے دریافت کیا کہ "سکینہ کہان ہین؟" لوگون نے بتایا کہ "اس گھر مین۔" پتہ پاتے ہی سب اندر گھس گئے اور کہا، "تمھاری خود مختاریان اب اِس حد تک پہونچ گئین!" اس کے بعد بنی ہاشم نے چارون طرف سے چادرین پکڑ کے ایک ڈولی کی قطع سے گھیا بنایا اور

جناب سکینہ کو اُس کے اندر رہنے کے نکلے چلے گئے۔ آپ کی لونڈی بنانہ اس گو بیچ مین ساتھ ساتھ تھی۔ راستے مین آپ نے اُس کی طرف دیکھ کے فرمایا ”دھوم دھام اور چہل پہل دیکھی؟“ لونڈی نے ایک دفعہ جھجک کے عرض کیا ”ہان بی بی دیکھی۔ مگر خدا کی قسم بہت سخت تھی!“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم کے نکاح پہ رضامندی ظاہر کرنا محض بنانہ اور ابراہیم کو سبق دینے کی غرض سے آپ کا ایک نتیجہ خیز مذاق تھا۔ بعض راویون کا بیان ہے کہ جھگڑا اتنے ہی پر نہین تمام ہو گیا۔ بلکہ ابراہیم نے بنی ہاشم کی مخالفت مین ہشام بن اسمعیل کے سامنے جو والی مدینہ تھا دادخواہی کی۔ ہشام نے پوری روداد سُن کے جناب سُکینہ کو اختیار دیا کہ وہ نکاح مین آنا چاہین تو کسی کو روکنے کا حق نہین۔ مگر اب خود جناب سُکینہ نے انکار کر دیا۔ آپ کو تو صرف یہ بتانا تھا کہ اس نکاح سے کیسے ہنگامے اُٹھ کھڑے ہون گے جو اچھی طرح نظر آ گیا۔ ورنہ اُن کے عقد مین جانا خود آپ کو بھی نہین منظور تھا۔

تیسرا نکاح آپ کا عبداللہ بن عثمان خزامی سے ہوا۔ مگر اس عقد کے مفصل حالات کا پتہ نہین لگتا۔ اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اُن سے کیونکر مفارقت ہوئی۔ غالباً اُنھون نے دنیاے فانی کو رخصت کیا ہو گا کہ چند ہی روز بعد آپ کا عقد نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان کے ساتھ ہو گیا۔ جو نہایت ہی حسین و خوبرو نوجوانان قریش مین شمار کیے جاتے تھے اور بہت سی عورتین خود اُن کے عقد نکاح مین جانے کی امیدوار و آرزومند تھین۔ مگر اس کے ساتھ خرابی کیا تھی کہ باوجودیکہ خدا نے بہت کچھ مال و دولت سے بہرہ یاب کیا تھا۔ مگر انتہا درجے کے بخیل تھے۔ چنانچہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ آپ کو ہمراہ لے کے بارادۂ حج مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ لیکن کفایت شعاری کی نظر سے بطین، مرغیان، انڈے، میوہ جات۔ الغرض جتنی چیزون کی ضرورت ہو سکتی ہے سب ساتھ لے لین کہ

راستے مین مہنگی ملین گی جناب سکینہ کا باِمذاق غلام اشعب بھی ہمراہ تھا۔ جیسے زید تو کیا لے جاتے مگر خود سیدہ سکینہ نے سو دینار بطور زاد راہ دے کے ساتھ چلنے کا حکم دیدیا تھا۔ زید جب مدینے سے چل کے مقام سیالہ پر پہونچے تو دسترخوان بچھا اور کھانا سامنے لاکے رکھا گیا۔ اتفاقاً عین اس موقع پر بعض جوانان انصار آپہونچے سلام کیا۔ اور پاس بیٹھ گئے۔ زید ڈرے کہ اب اُنھین بھی کھلانا پڑے گا۔ بس یکایک زور سے "افوہ!" کہہ کے کولا پکڑ لیا۔ اور حکم دیا کہ "کھانا لے جاؤ۔ اور سینکنے کو گرم پانی لاؤ" جب تک وہ لوگ بیٹھے رہے۔ زید اپنا کولا سنکواتے رہے۔ اور اُس روز فاقے ہی سے رہ گئے۔ دوسرے دن بھی یہی اتفاق پیش آیا کہ کھانا منگوا کے سامنے رکھا ہی تھا کہ چند جوانان قریش آپڑے پھر وہی کولے کا درد شروع ہوگیا۔ لیکن آج صبر نہ ہوسکا۔ قریشیون کے جانے کے بعد پھر کھانا منگوایا۔ مگر اب وہ بالکل ٹھنڈا ہوچکا تھا۔ اور اشعب جو ساتھ کھانے والون مین تھا اُس کا بھوک کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ زید نے مرغی کو جو سامنے لاکے رکھی گئی تھی بالکل سرد پاکے اشعب کی طرف دیکھا اور پوچھا "کوئی ترکیب ہے کہ یہ گرم ہوسکے؟" جس پر چڑھ کے اشعب نے کہا "مجھے یہ تو بتایئے کہ کیا یہ آپ کی مرغی فرعون کی اولاد مین ہے کہ اس پر روز صبح و شام آگ کا عذاب ہوتا ہے؟"

الغرض ایسے بزرگ تھے جن کے عقد نکاح مین جناب سکینہ آمین جو انتہا درجے کی فیاض اور سیر دل تھین تاہم چونکہ اُن کے مزاج سے واقف تھین نکاح کرتے وقت یہ شرطین کرلی تھین کہ "زید آپ کے سوا اور کسی بی بی کے پاس جاکے نہ رہین گے۔ آپ کو کسی کام سے نہ روکین گے۔ اور آپ کا جہان جی چاہے گا رہین گی۔ اور آپ جہان فرمائین اُن کا فرض ہوگا کہ آپ کو وہین رکھین اور کبھی کسی امر مین آپ کی مخالفت نہ کرین گے۔" نکاح کے بعد ابتداءً تو جناب سکینہ

نے خواہ محبت کا امتحان لینے کے لیے یا اُن کا غرور توڑنے کے خیال سے اُن کو بہت دوڑایا۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آپ نے کہا مجھے مکّے لے چلو۔ وہ لے کے روانہ ہوئے۔ دو ہی تین منزلیں طے ہوئی تھیں کہ آپ نے فرمایا نہیں مدینے پلٹ چلو۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ واپسی ہی کے دن آپ نے ناز سے فرمایا کہ نہیں مین مدینہ چلوں گی اور وہ پھر لے کے روانہ ہوئے۔ مگر اُن کو بھی ایسی محبت تھی کہ کبھی کسی حکم سے انحراف نہیں کیا۔ جو ارشاد ہوا فوراً بجا لائے۔ بلکہ اُن کی اطاعت بعض معاملات مین ایسی تھی کہ سُن کے حیرت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل واقعہ اگرچہ زیادہ طولانی ہے مگر زید کے خلوص محبت کے اظہار کے لیے اُس کا نقل کرنا بے موقع نہ ہوگا۔

جن دنون رشید نے اپنے بھائی ابراہیم بن مہدی کو والی دمشق مقرر کیا ہے اور اُس نے بغداد سے دمشق کی راہ لی ہے۔ شعیب بن اشعب یعنی جناب سکینہ کے غلام اشعب کا بیٹا اُس کے ہمراہ رکاب تھا۔ راستے مین ایک مقام پر ابراہیم کو سردی معلوم ہوئی آگ جلوا کے تاپنے لگا۔ اور شعیب سے پوچھا "مدینے مین تمھارا کوئی عزیز ہے؟" شعیب نے کہا "وہان میرے بہت عزیز ہین" پوچھا "دس بارہ؟" شعیب نے متانت کی صورت بنا کے کہا "جی نہین بہت ہین" ابراہیم نے کہا "بیس؟" شعیب نے اُسی سنجیدگی سے کہا "خداوند! دہائیاں کیا معنی آپ سیکڑون کو بھی چھوڑ دیجیے۔ میرے عزیزون کا شمار ہان ہزارون مین ہے" ابراہیم نے تعجب سے کہا "ہزارون! عرب مین آئے تمھاری صرف ایک پشت گزری۔ تمھارے باوا عجمی الاصل غلام تھے۔ پھر اتنے عزیز کیونکر پیدا ہو گئے؟" شعیب نے کہا اِس کا بڑا قصہ ہے۔ اجازت ہو تو عرض کرون" ابراہیم نے اجازت دی اور شعیب نے بیان کرنا شروع کیا کہ:—

"جن دنون زید بن عمرو بن عثمان بن عفان نے سکینہ بنت حسین کو اپنے عقد نکاح مین لیا ہے اُن دنون میرے والد جناب سکینہ کی خدمات بجا لاتے تھے اور اُس خاتون رسالت کے مورد عنایت تھے۔ اتفاقاً اُسی زمانے مین سلیمان بن عبدالملک نے تخت نشین ہونے کے بعد پہلا سفر حج کیا۔ زید نے آ کے جناب سکینہ کی خدمت مین عرض کیا کہ خلیفہ کا یہ پہلا سفر ہے۔ میرا جانا اور شریک ہونا ضروری و لازمی ہے۔ جناب سکینہ نے اُن کو سفر حج کی اجازت تو دیدی مگر اس شرط سے کہ اشعب بھی اُن کے ساتھ رہین۔ اور جناب سکینہ کے جاسوس کی حیثیت سے اُن کی نگرانی کرتے رہین۔ اور مقام عرج مین جانے سے روکین جہان زید کا مقام تھا۔ اور جہان اُن کے گانے والی لونڈیان رہا کرتی تھین۔ زید نے اس شرط کو منظور کیا اور اشعب کو ہمراہ لے کے مکے کو روانہ ہوئے۔ اور پورے ٹھاٹھ سے۔ اس لیے کہ اپنا نہایت عمدہ گھوڑا قیمتی زین خاص بھاری درباری لباس نادر و گران بہا عطر جن چیزون کو وہ اُسی دن اور اُسی موقع پر کام مین لاتے تھے۔ جب خلیفہ یا اُسی پائے کے کسی شخص سے ملنا ہو سب کو لے کے چلے۔ مکے مین پہونچ کے سلیمان سے ملے۔ انعام و اکرام سے بہرہ یاب ہوئے۔ حج کیا۔ اور مدینے کو واپس چلے۔ راستے مین جب بنی عامر ابن صعصعہ کے چشمے پر پہونچے جہان سے مقام عرج قریب تھا۔ تو اشعب کو سامنے بلا کے چار سو دینار کی تھیلی اُن کے ہاتھ مین رکھ دی اور کہا سنو! عرج یہان سے صرف چند میل ہے۔ تم اگر خاموش رہنے کا وعدہ کرو اور جناب سکینہ کی خدمت مین چغلی نہ کھاؤ تو یہ روپیہ تمھارا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم جناب سکینہ کے سامنے قسم کھا کے کہدو کہ مین عرج نہین گیا تھا۔" اشعب نے لالچ مین آ کے جھوٹی قسم کھانے کا وعدہ کر لیا۔ اور یہ بات

قرار پائی کہ اشعب آپ ایک دن اور ایک رات یہین ٹھہرے رہین۔ اور تمام مال واسباب کی حفاظت کرتے رہین اتنے زمانے مین زید اپنے مقطعہ مین جا کے اور لونڈیون سے مل کے واپس آجائین گے۔ بہر تقدیر زید نے سب چیزین اور اپنا وہ شاہانہ سامان سب اشعب کے سپرد کیا۔ اور عرج کی راہ لی۔ اور اشعب اکیلے کھڑے ہو کے اس چشمے کی سیر کرنے لگے جس کے کنارے فرودکش ہے۔ زید نے شاید ابھی نصف میل مسافت بھی نہ طے کی ہو گی کہ یکایک دو خوبصورت لڑکیان مشکیزے لیے ہوئے چشمے کے کنارے آئین۔ مشکیزے پانی مین ڈال دیے۔ اور خود بھی کپڑے اُتار اتار کے پانی مین کود پڑین۔ اور باہم چھینٹین اُڑانے اور کھیلنے لگین۔ اُن کی خوبصورتی اور اس بے تکلفانہ دلچسپی نے اشعب کے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ جب وہ باہر نکلین اور کپڑے پہن کے کھڑی ہوئین تو آپ قریب گئے۔ اور اُن کا حال پوچھا۔ اُنھون نے بتایا کہ بنی عامر کے مرد تو کسی کام کو باہر گئے ہوئے ہین۔ اور عورتین یہان سے قریب ہی اُتری ہوئی ہین۔ ہم کو اُن کی لونڈی ہونے کی عزت حاصل ہے۔ یہ سادگی کا جواب سُن کے آپ کی جرأت اور بڑھی اور پوچھا بھلا تمھارے ہان کی عورتین اُس شریف عرب کی صحبت کو پسند کرین گی جو مہذب شائستہ اور بذلہ سنج ہو۔ اور آداب صحبت سے خوب واقف ہو؟" لونڈیون نے پوچھا" وہ کون شخص ہے؟" آپ نے فرمایا" مین ہی ہون جو سامنے کھڑا ہون" لونڈیون نے کہا اچھا چلو۔ اتنا سنتے ہی آپ کی باچھین کھل گئین لپک کے زید کے خیمے مین گئے۔ اُن کا درباری لباس زیب بدن کیا عطر خوب فیاضی سے سر سے پاؤن تک لگایا۔ وہ قیمتی زین گھوڑے پر کسا۔ اور اس بے مثل گھوڑے پر سوار ہو کے بڑی آن بان اور کرّوفر سے اُن لڑکیون کے ساتھ روانہ

وہان پہونچ کے دن بھر بنی عامر کے خیمون مین رہے۔ خوب لطف صحبت اُٹھایا سادہ دل بنات بادیہ نے خوب مہمان داری کی۔ اور ایسے مزے مین گزری کہ باتون ہی باتون مین عصر کا وقت آگیا۔ اُس وقت ناگہان قبیلے کے مردون اور شہسوارون کو آتے دیکھا اور گھبرا کے اُٹھ کھڑے ہوے۔ گھوڑے پر سوار ہو کے چلے ہی تھے کہ بنی عامر کے غول کے غول پاس سے گزرنے لگے سرغول کا سردار پاس آکے پوچھتا "تم کون ہو؟" اور آپ ایک غرور و خودداری کے چشم و ابرو سے کہہ دیتے "زید بن عمرو بن عثمان بن عفان" جس جواب پر سب کو اطمینان ہو جاتا اور آگے بڑھ جاتے۔ الغرض اس طرح جواب دیتے ہی انھین شام ہو گئی۔ آفتاب غروب ہو رہا تھا کہ سب کے بعد ایک نہایت ہی سن رسیدہ شہسوار آیا۔ جس کے چشم و ابرو سے بلا کا استقلال و تجربہ نمایان تھا۔ یہ بوڈھا شخص ایک دُبلے گھوڑے پر سوار تھا۔ اُس نے بھی پاس آکے پوچھا "تم کون ہو" اور آپ نے بلا تکلف کہہ دیا۔ "زید بن عمرو بن عثمان بن عفان" یہ سُن کے بڈھے نے داہنا ہاتھ پیشانی پر رکھا۔ اور انھین کچھ ایسی غضب کی تیز اور تہ تک پہونچ جانے والی نگاہ سے گھورا اور ادھر اُدھر مُڑ مُڑ کے اُن کے چہرے کا مطالعہ کیا کہ آپ کے ہوش و حواس بجا نہ رہے۔ دل پر ایسا رعب بیٹھ گیا کہ چار آنکھین نہ کی جا سکین۔ فوراً گھوڑے کو ایڑ بتائی اور بدحواس بھاگے۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس بوڑھے کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ "خدا کی قسم یہ قریش کا چہرہ نہین۔ اس پر تو غلامی کے آثار نظر آرہے ہین" اتنا کہتے مین اُس نے اپنا تیر کمان سے جوڑا جو ایسی کامل قادر اندازی اور ایسی مضبوط چٹکی سے چلا تھا کہ اشعب کے پیچھے زین پر پڑا اور اُسے توڑ کے آپ کے سرین مین پیوست ہو گیا۔ مگر یہ اس طرح جان پر کھیل کے بھاگے تھے کہ خون بہتا رہا اور بھاگتے ہی چلے گئے۔ آخر آکے اپنے آقا کے خیمے مین دم لیا۔

یہان پہونچ کے گھوڑے سے تیر نکالا جو سُرین مین پیوست تھا۔ اور یہ دیکھ کے اور گھبرائے کہ زین ٹوٹ گیا۔ حُلہ پھٹ گیا اور خون آلود ہے۔ اور گھوڑا معمول سے زیادہ تھکا ہوا ہے۔ پریشان ہوے کہ زید کو کیا جواب دین گے۔ مجبوراً حلہ دھو کے پھیلا دیا۔ اور خیمے مین جا کے پڑ رہے۔ صبح تڑکے ہنوز اندھیرا ہی تھا کہ زید آئے۔ اور اپنے لباس کو غارت زین کو شکستہ اور گھوڑے کو تھکا دیکھ کے حیرت مین تھے کہ عطر کی لپٹین آمین۔ اشعب سے سبب پوچھا۔ بیچارے کیا کرتے؟ بلا کم و کاست سارا ماجرا بیان کر دیا۔ اور عذر خواہی کی۔ زید کو یہ سُن کے اپنے نقصان پر نہایت ہی افسوس ہوا۔ اور اس واقعے پر کسی قدر ہنسی بھی آئی۔ مگر خاموش ہو رہے تاہم ناراض ہو کے اتنا ضرور کہا "کاش تم نے ان چیزون کے خراب کرنے ہی پر کفایت کی ہوتی میرا نام تو قبائل عرب مین نہ بدنام کرتے" اس کے بعد اُنھون نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور مدینے کو روانہ ہوے۔

مدینے مین پہونچ کے زید جناب سُکینہ کے سامنے گئے آپ نے راستے کا حال پوچھا اور دریافت کیا کہ "عرج مین تو نہین گئے تھے؟" زید نے کہا "یہ آپ مجھ سے نہ پوچھیے۔ اسی اشعب سے پوچھیے جسے آپ نے مجھ پر سزاول مقرر کیا تھا اور جس کا آپ کو اعتبار ہے" آپ نے اشعب کو بلا کے دریافت کیا۔ اشعب نے حسب وعدہ بلاتامل قسم کھا کے کہہ دیا کہ ہر جگہ مین اُن کی نگرانی کرتا رہا۔ اور کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف نہین ہوا۔ یہ عرج مین نہیں جانے پائے" اشعب کے قسم کھاتے ہی زید اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا "یا بنت رسول اللہ اب کا غلام جھوٹا ہے۔ مین عرج مین گیا ایک دن اور ایک رات رہا۔ مگر آپ کے سامنے اب معافی کا خواستگار ہون۔ اور عہد کرتا ہون کہ پھر کبھی اِن لونڈیون کی طرف توجہ نہ کرون گا۔ بلکہ حکم دیے دیتا ہون کہ وہ سب لونڈیان آپ کی خدمت مین پہونچا دی جائین آپ کو اختیار ہو گا۔

کہ چاہیے اُن کو رکھیے اور چاہیے بیچ ڈالیے"۔ اس کے بعد سفر کی ساری سرگزشت بیان کی اور کہا اس غلام کو ضرور سزا ہونی چاہیے۔

جناب سکینہ نے فوراً وہ چار سو دینار اَشعب سے واپس لیے اور اُن میں تین سو دینار کا چوبینہ منگوا کے بڑھیون کو بُلوایا۔ اور ایک پست اور بڑا دربا بنوایا۔ اُن باقی ماندہ سو دینار و ن مین سے کچھ تو بڑھیون کی مزدوری مین صرف کیے اور باقی کی سوکھی گھانس منگوا کے اُس ڈربے مین بچھوائی۔ اُس پہ بہت سے مرغی کے انڈے رکھ دیے اور اشعب کو اُس مین بند کر کے حکم دیا کہ تمھاری سزا یہی ہے کہ اُن انڈون کو بیٹھ کے سیؤ جب تک بچے نہ نکل آئین گے تم کو آزادی نہ نصیب ہوگی۔ اَشعب نے چار و ناچار ان انڈون کو سینا شروع کیا۔ آخر ۲۵ - ۳۰ روز مین بچے نکلے جو جناب سکینہ کے گھر مین پل کے بڑے ہوئے۔ ان بچون کو جناب سکینہ بنات اَشعب (یعنی اَشعب کی بیٹیان) کہا کرتی تھین۔ اِن بچون کی نسل مدینے مین پھیلی۔ اور اِس وقت تک بہت سے گھرون مین موجود ہین۔ اور آج تک بنات اَشعب کہلاتی ہین جن کا شمار ہزارون کو پہونچا ہوا ہے۔ اور سب میرے بھائی بند ہین۔ بلکہ مین تو سمجھتا ہون کہ مدینے مین شاذ و نادر ہی کوئی گھر ہوگا جس مین میرے عزیز داقارب نہ موجود ہون"۔

جناب سکینہ کا عقد زید کے ساتھ ابتداءً تو بہت ہی مبارک نظر آتا تھا جیسا کہ مذکورہ بالا قصے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ زید نے ابتدا مین ایسی اطاعت و فرمان برداری ظاہر کی جس سے زیادہ امکان سے باہر تھی! اور ہماری زندہ دل سیدزادی کو بھی کوئی شکایت کا موقع نہ ملا۔ کبھی کوئی ایسا معاملہ نہین پیش آیا کہ جناب سکینہ نے کسی امر کی خواہش کی ہو اور زید کیطرف سے عذر ہوا ہو۔ لیکن آخر کب تک؟ ایسی ناز آفرینی و ناز برداری زندگی بھر نہ نبھ سکتی تھی۔ آخر ہوتے ہوتے یہ نوبت پہونچی کہ زید تو ناز برداری سے تھک گئے۔ اور جناب سکینہ کی ناز آفرینیان بدستور جاری تھین اور لطف یہ کہ زید اپنی لاڈلی

اور حور خصال بی بی سے ڈرتے بھی بہت تھے۔ یہ بھی مجال نہ تھی کہ بات کو کبھی ٹال سکین یا بالمشافہہ کسی حکم سے انکار کرین۔ الغرض نتیجہ یہ ہوا کہ بی بی سے تنگ آ کے بے کچھ کہے سُنے مدینہ طیبہ کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے مقطعہ مین جا کے بیٹھ رہے۔ وہان پھر چند خوبصورت لونڈیان فراہم کرلین۔ اور اُن کی صحبت مین دل کی کلفت مٹانے لگے۔

اُن دنون عمر و بن عبد العزیز جو بعد کو بنی اُمیہ کا سب سے زیادہ نیک نفس خلیفہ ثابت ہوا والی مدینہ تھا۔ جناب سکینہ نے جب دیکھا کہ سات مہینے ہو گئے۔ اور زید خبر نہین لیتے تو اُس کے پاس جا کے زید کی شکایت کی اور فرمایا کہ زید نے نکاح مین یہ شرط کی تھی کہ اگر کسی اور عورت کو ہاتھ لگائین یا اپنی کسی چیز پہ مجھے تصرف کرنے سے باز رکھین یا کسی سفر سے مجھے منع کرین تو مین آزاد ہون۔ اور یہی آپ چاہتی تھین کہ زید سے مفارقت ہو جائے۔ اور کسی اور شریف عرب سے نکاح کرلین۔ عمر بن عبد العزیز نے زید کو حاضری کا حکم دیا۔ اور ابن حزم کو حکم دیا کہ اس مقدمے کا فیصلہ کر دے۔

جس روایت سے کہ اس مقدمے کا مفصل حال ہم تک پہونچا ہے وہ دلچسپ اور پبلک مین پیش کرنے کے قابل ہے۔ اس لیے کہ اُس سے جناب سکینہ کے جری اور بے خوف ہونے کے علاوہ یہ بھی نظر آتا ہے کہ اُس عہد مین مقدمات کس طرح حاکم کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اور اجلاس کی کیا شان رہتی تھی۔ ابوبکر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے مجھے اور محمد بن معقل بن سنان اشجعی کو بھیجا کہ ہم دونون جا کے روداد مقدمہ کی نگرانی کرین چنانچہ ہم پہونچے اور زید ابن حزم کے پاس جا کے بیٹھے۔ اور اُسکے قریب ہی ایک حجرے مین ابن حزم کی بی بی فاطمہ تھی۔ ہمارے جانے کے تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ جناب سکینہ تشریف لائین۔ ابن حزم نے حکم دیا کہ آپ اندر یعنی اجلاس مین تن تنہا تشریف لائین۔ مگر ہماری وضعدار اور بہادر سیدزادی نے قطعاً انکار کیا۔ اور فرمایا نہ مین اپنی لونڈیون سے جدا ہو سکتی ہون

اور نہ میری لونڈیاں مجھ سے جدا ہوسکتی ہیں۔ ابن حزم نے مجبوراً اجازت دی۔ اور آپ اپنی خادماؤں کے جھرمٹ میں اندر تشریف لائیں۔ اندر آتے ہی آپ نے ایک لونڈی کو اشارہ کیا۔ اُس نے فوراً بڑھ کے فرش بچھا دیا جسے ساتھ لائی تھی اور آپ نہایت ہی شان و تمکنت سے اُس پر بیٹھ گئیں۔ آپ کے آتے ہی بیچارے زید کی یہ حالت ہوئی کہ ساعت بساعت زیادہ دبکتے جاتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ تخت کے نیچے گھس جائیں گے۔

مقدمے کی ابتدا یوں ہوئی کہ ابن حزم نے جناب سکینہ کی طرف دیکھ کے کہا "اے حسینؓ کی بیٹی اللہ جل شانہ پسند کرتا ہے کہ ہر امر میں اعتدال سے کام لیا جائے" آپ نے جواب دیا "اور تم نے میری کون سی بات اعتدال سے باہر دیکھی ہے؟ تمھاری تو وہی مثل ہوئی کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں سجھائی دیتا"

ابن حزم نے بگڑ کے کہا "کیا کہوں تم عورت ہو مرد ہوتا تو اپنی سطوت دکھاتا۔ جناب سکینہ نے برافروختہ ہو کے فرمایا "کم بخت مجھے دھمکاتا کیا ہے؟ اور اس کے بعد آپ نے اُسے بہت کچھ سخت سُست کہا۔ اور ابن حزم بھی برہمی سے جواب دینے لگا۔ ابن ابی الجہم عدوی رو داد مقدمہ کو دیکھ رہا تھا جب یہاں تک نوبت پہونچی تو اُس نے ابن حزم کو روک کر کہا "تم کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ اور لڑنے بھڑنے سے باز آؤ" ابن ابی الجہم کا یہ ریمارک سُن کے جناب سکینہ نے اُسے کسی قدر تعجب سے دیکھا۔ اور پھر اپنی ایک لونڈی کی طرف متوجہ ہو کے دریافت فرمایا "یہ کون شخص ہے؟" اُس نے بتایا کہ "ابوبکر بن ابی الجہم" اتنا معلوم ہوتے ہی آپ نے فرمایا۔ "جس صحبت میں میری نسبت سخت کلمات استعمال کیے جاتے ہوں اُس میں تیرا موجود ہونا مجھے نہیں گوارا ہے" اور اسکے ساتھ ہی آپ بعض شرفائے قریش کو نام لے لے کے پکارنے لگیں۔ ابن ابی الجہم یہ سُن کے برہم ہوا۔ مگر کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ آپ نے پھر ابن حزم کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا "میرے اصحاب حیرہ زندہ موجود ہوتے تو اس یوم میں

غلام کو دریدہ دہنی کرنے کی پوری سزا مل جاتی دشمن خدا مجھے تو کوستا ہے اور خود نہین دیکھتا کہ رسول اللہ صلعم نے جب یہود ضنانہ کو جلاوطن کیا ہے تو یہ بھی انھین کے دین کی پابندی مین اُن کے ساتھ نکلا تھا" الغرض جب جناب سکینہ نے ایسی پتے کی باتین کہین اور اس جرأت و دلیری سے ادا کین کہ ابن حزم خاموش ہو گیا تو آپ نے بھی اپنی زبان روک لی۔

اب ابن حزم نے زید کو مخاطب کیا۔ اور کہا تم ہی جناب سکینہ سے گفتگو کرو۔ زید بیچارے پہلے ہی سے دبے ہوئے تھے۔ بیچارے کے مُنہ سے آواز تک نہ نکلتی تھی۔ مگر جناب سکینہ نے اس کا چندان لحاظ بھی نہین کیا۔ اور فرمانے لگین "زید یہ نہ سمجھو کہ مین تم کو پھر مل جاؤن گی۔ کیا یہ سمجھے ہو کہ تم سات مہینے تک اپنی لونڈیون مین رہو گے اور مین پھر چلی آؤن گی؟ قسم کھاتی ہون کہ آج کے بعد پھر تم میری صورت بھی نہ دیکھ پاؤ گے" یہی الفاظ آپ بار بار فرماتی تھین دوسری طرف لطف یہ کہ ابن حزم دل ہی دل مین کٹا جاتا تھا۔ اس لیے کہ اُس کی بی بی فاطمہ جناب سکینہ کی تمام باتون کو سُن رہی تھی۔ بلکہ آپ کے ہر جملے پر عمداً کوئی ایسی حرکت کرتی کہ ابن حزم دل ہی دل مین اور شرمندہ ہو جاتا۔ وہ کسی طرح نہ چاہتا تھا کہ یہ باتین اُسکی بی بی کے کان تک پہونچین اور خاصةً اس لیے کہ جناب سکینہ نے اُس کا ذرا بھی دباؤ نہ مانا۔ اُس نے گستاخ ہونے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آپ نے خوب خبر لی۔ آخر گھبرا کے اُس نے یہ فیصلہ کر دیا کہ "سکینہ کو اپنے دعوے یعنی زید کی عہد شکنی پر دلیل لانی چاہیے ورنہ زید سے قسم لی جاے"

جناب سکینہ نے ابن حزم کے اس فیصلہ کی بھی پروا نہ کی۔ اور زید کیطرف دیکھ کے کہا "اے ابو عثمان (زید کی کنیت ہے) مجھے ایک نظر اور دیکھ لو۔ خدا کی قسم آج کے بعد پھر یہ دولت نہ نصیب ہو گی" خلاصہ یہ کہ ابن حزم کے بنائے کچھ نہ بنی مبہوت ہو کے رہ گیا۔ اور آپ اُٹھی چلی آئین۔

یہ جاڑون کی راتیں تھی۔ اور عمر بن عبدالعزیز کا اس مقدمے مین اس قدر دل لگا ہوا تھا کہ ابو بکر بن عبداللہ جب مقدمے کے حالات بیان کرنے کے لیے آیا تو باہر ہی کھڑا انتظار کر رہا تھا۔ ابو بکر کی زبان سے یہ حالات سُن کے اُس کو اس قدر ہنسی آئی کہ ہنستے ہنستے پیٹ پکڑ لیا۔

دوسرے دن صبح کو اُس نے زید کو بلوا کے حلف لی۔ اور جب اُنھون نے قسم کھالی تو اُس نے حکم دیا کہ جناب سکینہ کو مفارقت نہین حاصل ہو سکتی۔

اس کے بعد کسی تاریخی شہادت سے نہین پتہ چلتا کہ آپ زید کے گھر مین رہین یا نہین۔ اُن سے رخصت ہوتے وقت آپ نے جو وعدہ کیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی اُس سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس عدالتی فیصلے سے زید کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے ہون گے۔ عمر بن عبدالعزیز نے یہ بڑی بھاری غلطی کی تھی کہ قریش کے اعلیٰ سے اعلیٰ شرفا کا ایک مقدمہ ایک ایسے شخص کے سپرد کیا جس کو مدینے مین کوئی خاندانی وقعت نہین حاصل تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہزار مظلومیت اور ہزار بے کسی و بے بسی ہو۔ مگر جناب سیدہ کی پوتی معمولی درجے کے نوخیز لوگون کا ہرگز دباؤ نہ مان سکتی تھین اس مقدمے مین ایسے لوگون کو حکم یا جج ہونا چاہیے تھا جو خاندانی حیثیت سے قریش و بنی ہاشم مین اعلیٰ وقعت رکھتے تھے۔ خود عمرو بن عبدالعزیز متوجہ ہوتا تو بھی اتنی بے لطفی نہ ہوتی۔ اور محض یہی سبب تھا کہ جناب سکینہ نہ جج ہی کو کچھ خطرے مین لائین اور نہ اُن لوگون کو جو ریورٹر کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے۔ اور آپ کا یہ خودداری کا غرور سراسر بجا تھا۔ زمانہ ہزار پلٹے کھائے یہ نہین ممکن تھا کہ پیمبر زادیان اپنے فخر کو بھول جائین۔

ہمارا قیاس ہے کہ جناب سکینہ اس واقعے کے بعد سے پھر زید کے پاس نہین گئین اُن کو عدالت سے کامیابی حاصل ہوئی تھی مگر اس کامیابی سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے تھے۔ آخر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اُن کو رائے دی کہ نکاح مین تم نے جو شرطین

کی ہین وہ تم سے کسی طرح نہ نبھ سکین گی. بہتر ہو کہ سکینہ کو خود اُنھین کی مرضی پر چھوڑ دو۔ اور طلاق دے کے خود ہی علیحدہ ہو جاؤ۔ کیا ضرور ہے کہ خواہ مخواہ کو تم بھی پریشان ہو۔ اور اُن کو بھی پریشان کرو"۔ یہ خلیفہ کی راے تھی جو در اصل حکم کا اثر رکھتی تھی۔ چنانچہ زید نے بلا تامل طلاق دیدی۔

زید کا جناب سکینہ کے بطن سے ایک صاحبزادہ بھی پیدا ہوا جس کا نام عثمان رکھا گیا۔ اور اسی صاحبزادے کے اعتبار سے زید کی کنیت ابو عثمان مشہور ہوئی۔ عثمان بن زید مدینے مین قرین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مگر افسوس اُن کے زیادہ حالات نہین معلوم ہو سکے۔

جناب سکینہ کا ایک عقد اصبغ بن عبد العزیز بن مروان یعنی عمر بن عبد العزیز کے بھائی اور عبد الملک بن مروان کے بھتیجے سے بھی ہوا تھا۔ بعض راوی اِس عقد کو بعد اور بعض زید کے نکاح سے پہلے بتاتے ہین صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقد زید سے پہلے ہوا تھا۔ اس لیے کہ زید کے نکاح کا زمانہ سلیمان بن عبد الملک کی خلافت مین تھا! اور اصبغ سے آپ کا عقد خود عبد الملک کے زمانے مین ہوا۔ جبکہ اصبغ والی مصر تھا۔ غالبًا یہ نکاح وکالۃً اس طریقے سے ہوا کہ اصبغ مصر ہی مین رہا۔ اور آپ مدینے مین۔ بعد نکاح آپ نے کہا کہ سرزمین مصر مرطوب ہے مگر اصبغ کا شوق اِس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ دار السلطنت مصر سے فاصلے پر ایک نیا شہر آباد کر کے خود اپنے نام پر اُس کا نام اصبغ رکھا۔ اور جناب سکینہ کو وہان بلوایا۔ ادھر تو آپ اُس کے حسب الطلب مدینۂ طیبہ سے روانہ ہوئین اُدھر لوگون نے عبد الملک بن مروان کو اس عقد کی خبر پہونچائی عبد الملک کو بھتیجے کی اس خوش قسمتی پر حسد معلوم ہوا۔ اور جل کے اصبغ کو کہلا بھیجا کہ یا تو سکینہ کو اپنے عقد مین رکھو یا مصر کے والی رہو۔ اس حکم کے پہونچتے ہی اصبغ کو بڑا صدمہ ہوا۔ کیا کرتا؟

حکم حاکم مرگ مفاجات بیچارے نے قبل اس کے کہ آپ کے جمال جہان آرا کی زیارت بھی کر سکے طلاق نامہ لکھ کے بھیجدیا۔ اور جناب سکینہ راستے ہی مین تھین کہ یہ خط ملا جس کے پڑھتے ہی آپ پلٹ پڑین۔ اور شکستہ خاطری کے ساتھ مدینے مین واپس آئین اگرچہ یہ نکاح محض برائے نام تھا مگر آپ کو ۲۰ ہزار اشرفیان مہر مین ملین۔

آپ کے ان جملہ عقدون پر اکثر راویون کا اتفاق ہے۔ مگر ہان اس مین بڑا اختلاف ہے کہ کون عقد پہلے ہوا تھا اور کون بعد جس کا تصفیہ امکان سے باہر نظر آتا ہے۔

ہم ابتدا ہی مین بیان کر چکے ہین کہ آپ کو فنون لطیفہ کی طرف خاص توجہ تھی۔ اور دنیا کے جائز لطفون کو چھوڑ نا ناجائز اور اُن سے نفع اُٹھانے کو آپ خدا کی شکر گزاری خیال فرماتی تھین۔ اور بے شک یہ آپ کا سچا اجتہاد تھا۔ ہمارے خیال مین صرف یہی رحمت و برکت ہے جس کے اعتبار سے اسلام کو دیگر ادیان پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔ اور ان سب باتون کا اصلی سبب یہی تھا کہ خدا نے آپ کو ذوق بہت صحیح دیا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ سفر مین تھین اور اپنی محمل مین بیٹھی ہوئی تھین کہ کسی حُدی خوان کے گانے کی آواز آئی "لولا ثلث ہن عیش الدہر" (ہائے تین چیزین نہ ہوتین تو کیا ہوتا جن سے ساری دنیا کا مزہ ہے) یہ مصرع سنتے ہی آپ کو جستجو ہوئی کہ اس ظالم نے وہ کون سی تین چیزین منتخب کی ہین۔ شتربان کو حکم دیا کہ اپنا اونٹ اُس حُدی خوان کے قریب لے چل مگر اُس نے ہزار کوشش کی نہ پا سکا۔ تب آپ نے اپنے غلام کو بھیجا کہ جا سُن تو یہ کن چیزون کا نام لیتا ہے۔ غلام نے تھوڑی دیر کے بعد واپس آکے دوسرا مصرع بتایا "الماء والنوم وام عمرو" (پانی۔ اور نیند اور ام عمرو جو غالباً شاعر کی معشوقہ کا نام ہے) یہ سن کے آپ بولین "خدا اسے غارت کرے کہ آج

رات کو مجھے اس نے تھکا دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے خیالات کو اس مصرع اور اس معمے کے حل کرنے مین اس قدر انہاک تھا کہ اطمینان ہونے کے بعد آپ کو تھکن معلوم ہوئی جس سے زیادہ ثبوت ذوق صحیح کا کوئی نہین ہو سکتا۔

یہ اس ذوق ہی کی برکت تھی کہ اپنے غلام اشعب سے آپ اکثر مذاق کے جلے زیادہ کیا کرتی تھین۔ اور وہ آخر مین گستاخ ہونے لگا تھا جس کی ایک دفعہ اُسے سزا بھی خوب ملی۔ اور واقعہ یہ ہوا کہ ابن سریج نے جو اُس عہد مین عرب کا بہت بڑا مشہور مغنی تھا کسی مرض مین مبتلا ہو کے قسم کھائی تھی کہ اب نہ گاؤن گا۔ اور خانۂ کعبہ مین جا کے گوشہ گزین ہو گیا۔ چند روز بعد جب صحت حاصل ہوئی تو مدینۂ طیبہ مین آیا جہان آپ تھین یہان اپنے بعض عزیزون مین اُترا ہوا تھا۔ تمام مغنی اور شوقین آآکے اصرار کرتے مگر وہ انکار ہی کیے جاتا تھا۔ آخر اُسے آئے ہوئے ایک سال گذر گیا۔ اور واپسی کی تیاریان ہو گئین۔ حضرت سکینہ نے اس موقع پر اشعب سے فرمایا "ابن سریج مدینے مین ایک برس تک رہ کے جاتا ہے اور مین نے اُس کی ایک چیز بھی نہین سنی ایسی تدبیر کر کہ اُسے سنون"۔ اشعب نے جواب دیا "بیوی وہ قسم کھا چکا ہے۔ بھلا میری کیا سُنے گا؟" اور اس کے بعد کوئی ایسا جملہ مذاق کا کہا کہ آپ نے اپنی لونڈیون سے اُسے خوب پٹوایا۔ تیر یہ لڑکیان جب خوب مرمت کر چکین تو گھسیٹتی ہوئی دروازے پر لے گئین اور مکان سے نکال کے دروازہ بند کر لیا۔ اشعب کو اس پٹنے سے ایک فقرہ سوجھ گیا اسی حال سے خاک مین لتھڑا اور پھٹے کپڑے پہنے ابن سُریج کے پاس گیا۔ ابن سریج نے جب اس کی یہ حالت دیکھی کہ مُنہ اور ڈاڑھی خاک آلود ہے۔ ناک سے خون جاری ہے۔ جا بجا نیل پڑے ہوئے ہین۔ اور کپڑے پھٹے ہین تو گھبرا کے پوچھا "خیریت تو ہے؟" اشعب نے ساری سرگذشت بیان کر دی۔ اور کہا کہ جناب سکینہ میری مالک ہین اور مین اُن کا

غلام ہون۔ اگر تم چل کے کوئی چیز گا دو تو مجھ سے خوش ہو جائین گی۔
ابن سریج نے کہا "یہ تو غیر ممکن ہے مین قسم کھا چکا ہون" اشعب نے جب دیکھا
کہ کسی طرح نہین مانتا تو ایک چیخ ماری۔ اور اس زور سے کہ تمام اہل محلہ جاگ
پڑے۔ ابن سریج نے گھبرا کے کہا "کم بخت یہ کیا ہے" اشعب نے کہا "خوب یاد
رکھو کہ مین تم کو لے کے چلون گا۔ ورنہ اب کی چیخا تو تمام اہل مدینہ یہین ہون گے۔
اور مین سب سے کہہ دون گا کہ ایک نوعمر شخص سے یہ بدفعلی کر رہا تھا مین نے
اُس لڑکے کو اس کے نیچے سے چھڑا دیا۔ تو میری یہ گت بنائی! اور میری حالت ایسی ہوئی
ہو کہ ممکن نہین کہ کسی کو میرے کہنے کا یقین نہ آجائے"

الغرض ابن سریج مجبور ہو کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے مین ایک بار اور جان
بچانے کی کوشش کی تھی مگر اشعب ڈرا دھمکا کے لے ہی گیا۔ حضرت سکینہ کو جب
یہ حال معلوم ہوا۔ تو بہت خوش ہوئین اشعب کو انعام دیا۔ اور ابن سریج نے
لاکھ عذر کیا ایک نہ سنی۔ برابر تین دن تک اپنے مکان کے بیرونی حصے مین رکھ
کے اُسے سُنا۔ پھر عزۃ المیلاء کو بھی بلا بھیجا۔ جو مدینے کی مشہور مغنیہ تھی اور دونون
کے کمالات کی قدر دانی کی۔ بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ اپنے سونے کے قیمتی بازوبند
جن مین سے ہر ایک چالیس مثقال کا تھا۔ اُتار کے ایک ابن سریج کو دیا۔ اور دوسرا
عزہ کو اس کے علاوہ دونون کو خلعت سے سرفراز کیا تیسرے دن ابن سریج کو جانے
کی اجازت دی اور عزہ کو بھی رخصت کیا۔

اسی ذہن رسا اور طبیعت داری کی بدولت آپ مشہور نامی شعرا کا مرجع
بن گئی تھین۔ اور سب نے تسلیم کر لیا تھا کہ سخن فہمی آپ کا حصہ ہے۔ ایک مرتبہ
آپ کی ضیافت مین اس عہد کے مسلم الثبوت شعرا۔ جریر۔ فرزدق۔ کثیر۔ جمیل اور
نصیب حاضر ہوئے۔ چند روز کی امیدداری اور باہر پڑے رہنے کے بعد ایک دن

آپ پردے مین بیٹھ گیئن۔ اور اُنھین سامنے بلوایا۔ وہ حضوری کے بعد شعرخوانی کی اجازت کے منتظر تھے کہ ایک خوبصورت لونڈی پردے سے نکلی جو اشعار کی خوبیون سے ماہر بھی۔ اور تاریخی حالات عرب پر نظر رکھتی تھی۔ اُس نے باہر آتے ہی باری باری ایک ایک شاعر کو اپنے قریب بلایا۔ اُس کا کلام سُنا بعض اشعار پر نکتہ چینی کی بعض کی داد دی۔ اور ایک ایک ہزار دینار دیکے رخصت کر دیا۔ ان مین سے صرف کثیر کے کلام کی آپ نے بہت داد دی۔ اور اُسے ایک ہزار کی جگہ انعام مین تین ہزار دینار دیئے۔ اور لطف یہ کہ جمیل نے باوجودیکہ مدح اہل بیت مین بہت کچھ سُنایا تھا مگر لونڈی نے ایک ہزار دینار سے زیادہ نہین دیے۔ اس مدح سرائی کے صلے مین صرف اتنا کہا کہ "بیوی تھین سلام کہتی ہین۔ اور فرماتی ہین کہ مین ہمیشہ تمھارے دیکھنے کی مشتاق رہی" اس سے صاف ظاہر ہے کہ کلام کی خوبی کے متعلق جو راے آپ قائم کر چکتی تھین اُسے خوشامد و مدح سرائی بھی نہین بدل سکتی تھی۔

شعرائے عرب مین معمول تھا کہ ہر شاعر کا ایک راوی ہوا کرتا تھا جو اُسکے اشعار دنیا کے سامنے پیش کرتا اور شہرت کے دربار تک پہونچاتا۔ یا آج کل کی اصطلاح مین کہا جائے کہ وہ عمدہ شعرا یا مصنفین کے کلام کا پبلشر ہوا کرتا تھا۔ مدینے مین ایک مرتبہ جریر۔ کثیر۔ نصیب۔ اور احوص مستند شعرائے عرب کے راوی جمع ہوئے۔ اور اُن مین اس بات پر جھگڑا ہوا کہ کون شاعر اچھا اور زیادہ قابل تعریف ہے۔ ہر راوی اپنے شاعر کو بڑھاتا اور دوسرون کی بے وقعتی ثابت کرتا تھا۔ آخر سب نے بالاتفاق جناب سکینہ کو حکم قرار دیا۔ اور دروازے پر حاضر ہو کے باریابی کی اجازت چاہی آپ نے چارون کو اندر بلوایا۔ اور جب وہ اپنی حاضری کی غرض

بیان کر چکے تو آپ نے ما بہ النزاع شعرا میں سے ہر ایک کا ایک شعر پڑھ کے اُس پر نکتہ چینی کی! اور سب کے کلام پر اعتراض کر کے سب کو ناپسند کر دیا۔ مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جمیل کا ایک شعر پڑھ کے اُس کی قادر الکلامی اور اُس کے جذبات عشق کی داد دی تھی۔ وہ شعر یہ ہے۔

فیالیتنی اعمیٰ اصمّ یقودنی   بثینة لایخفیٰ علی کلامُھا

کاش کے اندھا اور بہرا شخص مجھے ہاتھ پکڑ کے بثینہ (معشوقہ) کے پاس لیجاتا کہ اُس کی باتیں میں آزادی سے سن سکتا۔ یعنی لے جانے والا دیکھنے اور سننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوتا۔"

فرزدق ایک مرتبہ حج کو گیا۔ حج سے فراغت کر کے مدینے آیا۔ اور حضرت سکینہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا سب سے اچھا شاعر کون ہے؟ فرزدق نے اپنا نام لیا۔ آپ نے فرمایا "جھوٹ" اور کسی شاعر کے چند شعر پڑھ کے فرمایا "یہ اشعار تمھارے شعروں سے اچھے ہیں"۔ فرزدق نے عرض کیا "میں اِن سے اچھے شعر سُنا سکتا ہوں"۔ مگر آپ نے سننے سے انکار کیا مجبوراً وہ اپنا سا مُنہ لے کے چلا گیا۔ دو ایک روز بعد پھر حاضر ہوا۔ حضرت سکینہ نے پھر وہی سوال کیا اور اُس نے بھی اُسی طرح اپنا نام لیا۔ اور آپ نے پھر کسی اور کے شعروں کی تعریف کر کے اُسے ناکام و نامراد واپس روانہ کیا۔ تین چار روز بعد وہ پھر آیا۔ اور پھر وہی واقعات پیش آئے۔ آج خلاف سابق حضرت سکینہ کے گرد بہت سی خوبصورت لونڈیاں کھڑی تھیں جن میں سے ایک کے حُسن و جمال نے فرزدق کو مبہوت کر دیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ آج بھی بے نیل و مرام اور شکستہ دل ہو کے واپس جانا پڑے گا

تو جان پر کھیل کے عرض کیا "یابنت رسول اللہ آپ پر میرے بڑے حقوق ہین۔ صرف آپ کے سلام کو مکے سے مدینے مین حاضر ہوا ہون۔ کیا اس کا انعام یہی ہے کہ ہر مرتبہ آپ میرا کلام سننے سے انکار فرمائین؟ اور مین جھٹلا کے اور ذلیل کر کے نکالا جاؤن؟ حضور کے اس طرز عمل نے مجھے ایسا شکستہ دل کر دیا ہے کہ زیادہ زندگی کی امید نہین۔ کیا عجب کہ مدینے کی شہر پناہ سے نکلنے کے پیشتر ہی مر جاؤن۔ اور اگر یہی مشیت ایزدی ہے تو میری وصیت ہے کہ (اس لڑکی کی طرف اشارہ کر کے جس کے حسن پہ فریفتہ ہو گیا تھا) اس لڑکی کے دامن مین دفن کیا جاؤن"! اتنا سنتے ہی حضرت سکینہ ہنس پڑین اور وہ لڑکی اُسی کو دیدی۔ اور فرمایا "فرزدق یاد رکھو کہ مین نے تمھین اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ اسے اچھی طرح رکھنا۔ فرزدق اُس کا دامن پکڑے ہوئے جب اُٹھ کے چلا تو آپ کی اور لونڈیان دروازے تک دونون کے پیچھے پیچھے دف بجاتی ہوئی گئین۔ اور عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

آپ کی وفات کا واقعہ نہایت ہی عبرت خیز ہے۔ سادات بنی ہاشم پر بنی اُمیہ نے بعض ایسے ایسے مظالم کیے ہین کہ اُن کی وزارت ذلیل طرح کی عداوت کا خیال کر کے مسلمان درکنار غیر مذہب والون کو بھی حیرت ہو جاتی ہے۔ اور اُنھین واقعات کا خیال کر کے معلوم ہو سکتا ہے کہ انتقام کے وقت بنی ہاشم کی طرف سے جو بے اعتدالیان ہوئین وہ ایک صدی کی مسلسل توہینون اور مظلومیون کے مقابلے مین کچھ نہ تھین۔ حضرت سکینہ نے سخت گرمیون کے موسم مین سفر آخرت کیا تھا۔ اُن دنون عبدالملک بن مروان کا بیٹا خالد والی مدینہ تھا۔ جنازے کی نماز پڑھانا یا پڑھانے کی

اجازت دینا اُن دنون والی شہر کے اختیار مین تھا۔ لہذا آپ کا جنازہ تیار کر کے صبح ہی کو اُس جگہ لا کے رکھ دیا گیا جہان نماز پڑھائی جاتی تھی۔ اور خالد کو خبر کی گئی۔ اُس نے کہلا بھیجا "ابھی آتا ہون"۔ مگر ظہر کا وقت آگیا۔ اور وہ نہ آیا۔ پھر آدمی گیا۔ اُس نے کہا تم چلو مین ابھی آیا۔ مگر انتظار کرتے کرتے عشا کا وقت ہوگیا۔ اور وہ کسی طرح آہی نہین چکتا۔ اب لوگ اونگھنے لگے تھے۔ اور نیند کے مارے پریشان ہو رہے تھے۔ مجبوراً اُنھون نے مختلف جماعتون مین نماز جنازہ ادا کرنا شروع کر دی۔ اہل مدینہ جوق جوق آتے تھے اور نماز پڑھ کے واپس جاتے تھے۔ ایسے گرم موسم میں اور اتنی دیر تک رکھے رہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاش متعفن ہونے لگی۔ یہ حالت دیکھ کے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خوشبو کا سامان کیا۔ چار سو دینار کا عود منگوا کے جنازے کے گرد انگیٹھیون مین سلگا دیا گیا۔ اب بھی جنازہ خالد کے انتظار مین رات بھر رکھا رہا۔ سارا عود جل گیا۔ اور وہ کسی طرح نہین آچکتا۔ صبح کو جب پھر اُس کے پاس آدمی گیا تو کہلا بھیجا "مین تو نہین آسکتا۔ نماز پڑھ کے دفن کر دو"۔ تب شیبہ بن نطاح نے نماز پڑھائی۔ اور آپ کا جسد مبارک آغوش لحد کے سپرد کیا۔

تمام شد

تصانیف مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر

تاریخ و سوانحعمریاں

جنید بغدادی - حضرت جنید کے حالات عصر

ابوبکر شبلی - حضرت شبلی کے حالات عصر

تاریخ سندھ - عرب کے فتوحات سندھ کی محققانہ تاریخ - عصر

خواجہ معین الدین - حضرت خواجہ اجمیری کے حالات ۶/

سکینہ بنت حسین - جناب سکینہ بنت امام حسین - ۴/

افسانۂ قیس - مجنون عامری کے حالات - ۳/

حسن بن صباح - بانی فرقہ باطنیہ اسماعیلیہ ۴/

قرۃ العین - ایک مجتہد زادی کے حالات ۲/

شیرین ملکۂ عجم - فرہاد و خسرو کی نامور معشوقہ ۳/

ملکۂ زنوبیہ - سلف کی ایک عربی نژاد ملکہ ۳/

صقلیہ میں اسلام - ایک محققانہ تاریخ ۱۴/

ولادت سرور عالم - ترجمہ مولد ابن جوزی ۸/

ناول

جویائے حق - حضرت رسول اکرم کی سوانحعمری بطور ناول حصۂ اول عہ، دوم ۱۲/، کامل للعہ

بابک خرمی - سلطنت عباسیہ کے زمانہ کا ایک تاریخی واقعہ ہر دو حصہ عہ

مفتوح فاتح - ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول عہ

الفانسو - ایک عاشقانہ تاریخی واقعہ ۱۲/

حسن کا ڈاکو - حرام پور کے نواب کی سرگزشت کامل عہ

اسرار دربار حرام پور - حرام پور کے باقی حالات ہر دو حصہ ۱۰/

فتح اندلس - اسپین پر عربوں کا حملہ عہ

عیب داں دولھن - حیرت انگیز عیب دانی - عہ

رومۃ الکبری - روم پر گاتھ لوگوں کا حملہ عہ

فلپانہ - طرابلس پر صحابہ کا حملہ - عہ

ماہ ملک - غوریوں کا عروج اور فتوحات - عہ

لعبت چین - پہلی صدی ہجری کا دلچسپ تاریخی ناول عہ

ایام عرب - جاہلیت عرب کی مکمل تصویر ہر دو جلد - عہ

مقدس نازنین - ایک حسینہ کا پوپ بن جانا عہ

قیس و لبنیٰ - عہد صحابہ کا ایک سچا عشق - عہ

آغا صادق کی شادی - ایک دلچسپ قصہ ۱۰/

فردوس بریں - جیتے جی جنت کی سیر عہ

طاہرہ - مولانا کا سب سے پچھلا اور تازہ ناول عہ

متفرقات

الحکم الرفاعیہ - معرفت میں سید احمد رفاعی کے ایک رسالہ کا ترجمہ ۲/

اسلام کا قانون وراثت - ۴/

شب وصل ۱/

سفرنامۂ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ - ۴/

سرسید کی دینی برکتیں - ۲/

زمانہ اور اسلام مولانا شرر کی مشہور نظم ۳/

شب غم - ۱/

اسیری بابل - ایک قابل دید ڈراما - ۴/

متفرق مطبوعات دلگداز پریس

مسلمان تاجداران ہند ہر سہ حصہ عہ

پاداش عمل ایک نہایت دلچسپ ناول موسوم "کنتھ" کا ترجمہ کامل پانچ حصوں میں ۱۲/

اتالیق بی بی - میاں بی بی کی نوک جھونک ۸/

مجذوب - ایک انگریزی ناول کا ترجمہ ۸/

دلگداز کی مکمل جلدیں

جلد ۱۹۰۹ء	عہ	جلد ۱۹۰۵ء	عہ	جلد ۱۹۰۶ء	عہ
۱۹۱۰ء	عہ	۱۹۱۳ء	عہ	۱۹۱۴ء	عہ
۱۹۱۵ء	عہ	۱۹۱۶ء	عہ	۱۹۱۷ء	عہ
۱۹۱۸ء	عہ	۱۹۱۹ء	عہ	۱۹۲۰ء	عہ
۱۹۲۲ء	عہ	۱۹۲۳ء	عہ	منتخب مضامین ۱۹۰۵ء	۱۰/

دلگداز کی نامکمل جلدیں

جلد ۱۹۰۹ء ۱۰/ جلد ۱۹۱۰ء عہ جلد ۱۹۱۱ء عہ جلد ۱۹۱۲ء عہ

حلیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز از گڑہ بزن بیگ خان لکھنؤ